انسان کو رسم و رواج اور خرافات سے آزادی دینے میں دین کا کردار (آیت اللہ خامنہ ای کے نظریات کی روشنی میں)

عزیزہ فاطمہ صبوحی[۱] (ہندوستان)

اشاریہ:

انسانی سماج میں طرح طرح کی رسم و رسومات رائج ہوتی ہیں. وہ افکار وہ قوانین یا وہ طریقے جو کچھ لوگوں کے ساتھ رہنے کے سبب خود بہ خود وجود میں آجاتے ہیں. ان میں سے بعض عقلانیت اور فطرت سے سازگار ہوتے ہیں اور بعض جہالت اور اوہام کا نتیجہ !

قرآن کریم نے اس زمانے میں رائج بعض خرافی عقیدوں کی طرف اشارہ کیا. حتی ان لوگوں کو جو دین اور معاد کو خرافہ کہتے تھے دندان شکن جواب بھی دیا. اس تحقیق میں خرافات کے معنی اور اسکے اقسام کے ذکر کے ساتھ قرآن کریم کی ان آیات پر نظر ڈالی گئی ہے جو ان خرافات کا ذکر کر رہی ہیں جو زمان نزول قرآن، عرب معاشرے میں رائج تھیں. اسی کے ساتھ آج کے مسلم معاشرے میں موجود خرافات اور رسم و رواج کا ذکر کرنے کے ساتھ، مقام معظم رہبری کے نظریات بیان ہوئے جو ہم کو بتاتے ہیں کہ ان رسم و رسومات کو دین اسلام کس نظر سے دیکھتا ہے.

آیت اللہ خامنہ ای کی نظر میں لازم ہے ان رسم و رسومات کو تجزیہ تحلیل کیا جائے اور ان کی نوعیت کے حساب سے انکے ساتھ سلوک کیا جائے انمیں سے بعض کو حذف، بعض کو اصلاح و ترمیم اور بعض کو جاری رہنا چاہئے.

۱. (afsuboohi@gmail.com) طلبہ دکترا تفسیر تطبیقی موسسہ آموزشی بنت الھدی)

مقدمہ

بعید ہے ایک ایسے سماج کا مل پانا جہاں خرافات نہ پائ جاتی ہوں. چاہے یہ سنتی سماج ہو یا آج کا ترقی یافتہ صنعتی سماج! مشرقی ممالک ہوں یا مغربی ممالک ہر سماج کسی نہ کسی رسم و رسومات میں مبتلا ہے. ان کو ماننا اور نہ ماننا لوگوں کے ذہن کو مشغول کرتا ہے جسکے اثرات منحصر بہ فرد ہیں. اسکے سائکولوجیکل اثرات بھی معاشرے میں نظر آتے ہیں اقتصادی اور اجتماعی نقصانات بھی. سب سے بڑا نتیجہ ان خرافات کا یہ ہوتا ہے کہ یہ ایک معاشرے کو تعقل اور تفکر سے دور کرتا ہے. اسلام دین فطرت و عقل ہے اور اسکے احکام و عقائد اسی عقل اور فطرت پر استوار ہیں. مگر انسان کے اعمال صرف اسکی عقل کے تابع نہیں اور کبھی توہمات اور جہالت بھی عامل ہوتا ہے.

قرآن کریم کی آیات میں بھی بہت سے افکار اور رسوم کا ذکر ہے جو اس وقت عربوں میں رائج تھے. کبھی انہوں نے دین الہی کو خرافات کہا اور کبھی اپنے خرافی عقیدوں کو دین کا نام دیا. قران کریم نے جو قبول کرنے کے قابل نہیں تھے انکو رد کیا. جو قابل قبول تھے انہیں جاری رہنے کی اجازت دی.

اس تحقیق کو لکھنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ معلوم کیا جائے کہ قرآن کریم نے کن چیزون کو خرافات کہا؟ کس بنا کے تحت ان خرافات کا مقابلہ کیا؟ اپنے اصولوں کا کیسے دفاع کیا؟ اور آج ہم کس طرح اسکو اپنی عملی زندگی میں جاری کریں؟ مقام معظم رھبری کے بیانات اور انکی نظر میں آج ہم کس طرح اپنے معاشرے میں ان رسم و رواج اور خرافات سے کیا سلوک اختیار کریں؟

اس تحقیق میں ہم ایک راہ حل اور ایک اسلوب کی تلاش میں ہیں جو ہم کو معاشرے میں موجود مختلف خرافات اور رسم و رواج سے کس طرح کی رفتار کریں کہ جواب تک پہنچا سکے.

مفہوم شناسی

خرافہ

لغت میں دیکھیں تو لفظ "خرافات" کے اصل حروف خ ر ف ہیں،. الخَرَفُ یعنی بڑھاپے کی وجہ سے عقل میں گڑبڑی (مجمع البحرین، ج۵، ص۴۳) اور خرافات، خرافہ کا جمع کا صیغہ ہے جسکے معنی ہیں: ایسی حکایت جو جھوٹ سے بھری ہو. (لسان العرب، ج۹، ص۶۵: الحدیثُ المُستَملَحُ من الکذِبِ)

دوسری لغت میں بے ہودہ بات (المنجد)، ایسی باتیں جنکا کوئی اصل نہ ہو (فرہنگ معین)، ادھر ادھر کی باتیں جو بس مزے لینے کے لئے کی جارہی ہوں (لغتنامہ دہخدا)، کو بھی خرافات کہا گیا ہے۔

خیالی قصوں اور بے معنی باتوں کو بھی خرافات سے تعبیر کیا جاتا ہے (ریختہ ڈیکشنری)

معنی اصطلاحی: لوگوں کے ایسے عقیدے اور اعمال کہ جو جہالت اور بعض حقیقتوں سے ناواقفیت کی بنا پر رائج ہو گئے ہوں۔ مجہولات کے خوف، جادو ٹونے کے اثر کے تحت پھیلی باتیں، کسی خاص صورت حال کے بارے میں کہانیوں یا عقیدوں کا ایک مجموعہ کہ جو مبالغہ آمیز یا فرضی ہو اور ایک خاص مذہبی یا ثقافتی گروہ کے درمیان جاری ہوں (meaningguru.com)

خرافات کے مترادف الفاظ میں اباطیل، افسانے، اوھام کا ذکر کیا جا سکتا ہے جو سب کے سب "حقائق" کے متضاد ہیں۔

رسم و رواج

وہ عادتیں اور طور طریقے جو ایک معاشرے میں مختلف مناسبات پر انجام دی جاتی ہیں۔ اردو زبان میں بعض وقت خرافات وہی رسم و رواج Rituals and traditions ہیں جو سماج میں رائج ہیں۔ ممکن ہے بعض رسم و رسومات خرافی نہ ہوں اور ممکن ہے کہ بعض خرافات رسم و رواج نہ بنیں۔ ان کا آپس میں رابطہ "عموم و خصوص من وجہ" کا ہے۔

قرآن کریم میں خرافات

قرآن کریم میں لفظ خرافات کا ذکر نہیں کیا بلکہ اسکے دو مترادف الفاظ کا استعمال ہوا ہے:

اساطیر، جمع اسطورہ، جسکے معنی جھوٹی حکایتیں اور ایسے افسانے جن کی کوئی اساس نہ ہو، ہے۔ (قرشی ۲۶۶/۳) اسکے دوسرے معنی وہ خرافی اور حقیقت سے دور باتیں ہیں کہ جب کافر اور مشرک لوگ قرآن کی آیات کو سنتے تو اسکے باطل اور جھوٹا ہونے کی تہمت لگاتے اور کہتے یہ اساطیر ہے یعنی گذشتہ لوگوں کی داستانیں ہیں۔ (قرائتی، تفسیر نور، ۱۳۸۳)۔ ۹ بار کافروں کی زبانی اللہ کے بھیجے نبیوں کے لئے استعمال ہوا۔ جیسے سورہ انفال/۳۱؛ نحل/۲۴؛ مؤمنون/۸۳؛ فرقان/۵؛ احقاف/۱۷؛ قلم/۱۵؛ مطفّفین/۱۳ وغیرہ)

اباطیل: بیہودہ عمل یا سخن کے جسکی کوئی حقیقت اور اساس نہ ہو (طریحی ۱/۷ ۶۳) اساطیر ہی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

تطیر: طیر ایک پرندہ کا نام ہے جسے عرب بدشگون مانتے تھے. دھیرے دھیرے اس لفظ کے استعمال میں وسعت پیدا ہو گئ اور ہر اس چیز کو جسے منحوسیت یا بدشگونی مانا جاتا تھا طیر کہا جانے لگا. سورہ یس آیت ۱۸ _ ۱۹ میں اسکا ذکر ہے.

خرافات اور انسانی کاموں کے درمیان رابطہ

وہ رائے اور عقیدے کے جن کو ایک انسان مانتا ہے یا تو افکار نظری ہیں جو مستقیما یا غیر مستقیما کسی طرح بھی اسکے عمر پر تاثیر نہیں ڈالتے جیسے ریاضی اور علوم طبیعی کے اصول و ضوابط. دوسرے ایسے عقیدے اور تفکرات کہ جو اسکے کاموں پر اثر انداز ہوتے ہیں. جیسے کسی چیز کی خوبی اور بدی کا معلوم ہونا تا کہ وہ یہ معین کر سکے کہ اسکو کون سا کام انجام دینا ہے اور کون سا نہیں! پہلی قسم میں افکار صحیح اور افکار غلط کی تشخیص کا تنہا راستہ، علم ہے. ایسا علم اور یقین جو دلائل اور برھان کے ساتھ ہو.

دوسرا راستہ، تجربہ ہے. یعنی ایسے عمل کو صحیح ماننا کہ جو انسان کی سعادت کے لءے ہو. اسکے برعکس اس عمل کو باطل مانتے ہیں جو انسان کے لءے شقاوت کا باعث بنے. پہلی قسم میں اس چیز کا علم جسکے لءے معلوم نہیں صحیح ہے یا غلط اور دوسری قسم میں ان چیزوں پر عقیدہ رکھنا کہ جنکے خیر یا شر ہونا معلوم نہیں، ایسے اعتقادات خرافات شمار ہونگے (طباطبایی تفسیر المیزان ۱۳۹۰، ۱/۶۳۸)

دین

دین ایک عام استعمال ہونے والا لفظ ہے جو عرف عام میں اس عقیدے کے لءے استعمال ہوتا ہے جسکا ایک انسان پابند ہو.

لغت میں دین کے متعدد معنی ذکر ہوئے ہیں.

دین اطاعت کرنے اور جزاء دینے کے معنی میں بولا جاتا ہے اور شریعت کو بھی دین کہتے ہیں لیکن لفظِ دین شریعت کی اطاعت اور شریعت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے اعتبار سے بولا جاتا ہے قرآن میں پرستش (المفردات راغب ۱/۱۷۵). العین نے بھی اطاعت اور یقین کو لازمہ قرار دیا.. (العین ۸/۷۲)

دین کے اصطلاحی معنی میں علامہ طباطبائ لکھتے ہیں کہ وہ عقائد اور عملی و اخلاقی احکام جنہیں خداوند عالم نے اپنے نبیوں کے زریعہ انسانوں کو سعادت تک پہنچنے کے لءے بھیجے انہیں دین کہا جا سکتا ہے (شیعہ در

اسلام/۴۱)

قرآن کریم میں ہم دیکھتے ہیں دین اپنے جامع معنی میں استعمال ہوا یعنی آیین، قانون، لائحہ عمل یہاں تک کہ فقط اسلام کے لیے نہیں بلکہ دیگر مذاہب کے لیے بھی لفظ دین استعمال ہوا ہے. وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۸۵/آل عمران)

اس مقالے میں دین سے ہماری مراد، دین اور آیین اسلام ہے.

نقش دین

دین اور خرافات میں ربط ہے یا نہیں؟ عقیدے متضاد ہیں. ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو دین کو انسانیت کی جہالت اور خوف کا ثمرہ مانتے ہیں اسکے بر عکس ایسے لوگ بھی ہیں جو قرآن کو ہر چیز کا حل مانتے ہوں. (ر. ک نظر پور۱۳۹۱: ص۱۳۰)

خرافات میں پڑنے کی وجہ

علامہ طباطبائیؒ کا نظریہ یہ ہے کہ انسان فطری طور پر علت و معلول کی تلاش میں رہتا ہے ساتھ ہی اسکی طبیعت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ کمال تک پہنچنا چاہتا ہے. اسی سبب ہر وہ کام جو اسے اس منزل تک پہنچائے اسکی پیروی کرتا ہوا ہرگز خرافی نظریات کو قبول نہیں کرتا. (طباطبایی ۴۲۲/۱ _ ۴۲۳) اسکے باوجود وہ طرح طرح کی خرافات میں گرفتار کیوں ہے؟

صاحب تفسیر المیزان اسکی وجہ عواطف اور انسان کے درونی احساسات کو قرار دیتے ہیں جو خوف یا امید کی بنا پر ہیں. انسان کی قوہ خیال اسکے لیے کبھی خوشگوار اور کبھی خوفناک مستقبل تصور کرتا ہے اور انہیں کے سبب دھیرے دھیرے خرافات میں گرفتار ہو جاتا ہے. (طباطبایی ۴۲۲/۱ _ ۴۲۳)

خرافات کی قسمیں

اس ذیل میں دانشمندوں اور روانشناسوں نے کوئی مشترک تعریف یا تقسیم بندی بیان نہیں کی. مگر قرائن کو دیکھتے ہوئے خرافات کو دو قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے.

ایسے خرافی عقیدے جو دین اور مذہب سے متعلق ہیں. جیسے مشرکین کا عقیدہ کہ انکی زراعت میں خدا کا بھی حصہ ہے اور انکے بتوں کا بھی (سورہ انعام ۱۳۶ _ ۱۵۳ میں اس کا ذکر موجود ہے)

ایسے رسم و رواج جو اسلامی اصولوں کے خلاف ہیں جن سے اسلام کی معنویت اور اسکی پہچان خراب ہوتی

ہے جنکا سنت معصومین اور صحابہ سے بھی کوئی تعلق نہیں. انہیں بدعت کہا جاتا ہے.

ایسی خرافی کام جو بعض باتوں کی علت نا معلوم ہونے کے سبب لوگوں کے درمیان رائج ہو گئے اور علت معلوم ہو جانے کے بعد بھی معاشرے میں رسم کے طور پر رائج ہیں جیسے سورج گہن چاند گہن کے وقت کئے جانے والے بعض کام، کسی کو چھینک آنے کو نحس ماننا، ۱۳ تاریخ کو منحوس ماننا تیسری تاریخ کے چاند دیکھنے کو برا سمجھنا...

ایسی رسم و رواج جنکے پیچھے نہ کوئی علت علمی ہے اور نہ وجہ مذھبی مگر پھر بھی وہ سماج میں رائج ہیں اور نسل در نسل انجام دئے جاتے ہیں.

پہلی قسم:

مشرکین اور کافرین کے کئی خرافی عقیدوں کا قران نے ذکر کیا اور اسکا متدل جواب بھی دیا. جیسے خدا کے فرزند ہونا (سورہ انعام/۱۰۰)، فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھنا (سورہ صافات/۱۴۹ _ ۱۵۶؛ سورہ نجم/۲۲؛ سورہ زخرف/۱۶) وغیرہ. انکا جواب قرآن نے اسطرح دیا کہ انکے یہ کام جہالت اور نادانی کے سبب تھے قَدْ خَسِرَ الَّذِینَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهاً بِغَیْرِ عِلْمٍ، سورہ انعام/۱۴۰) قرآن کا جواب کلی طور دعوت تعقل اور تفکر دے رہا ہے. ایسے عقیدے رکھنے والوں سے یہ سوال قرآن کرتا ہے کہ اسکا علم تمہیں کس نے دیا؟

اسکی تفصیل سے صرف نظر کرتے ہوئے یہاں ان خرافات کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے جسکے نمونے مسلم معاشرے میں بھی پائے جاتے ہیں.

دوسری قسم:

ایسے رسم و رواج جو وہن مذھب کا باعث ہوں. اور انکے انجام دینے کے لئے کوئی شرعی اور تاریخی دلیل موجود نہ ہو.

اسلام دین عقل ہے. قرآن نے جہاں بارہا تفکر اور تعقل کی دعوت دی وہیں بہت سی روایات ہیں جو دین کو عقلانیت سے وابستہ جانتی ہیں. رہبر معظم اسلام کی جذابیت کا سبب اسکی عقلانی کو قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اتنے مخالفین کے باوجود بھی اسلام کی ترقی اور شہرت کا سبب اسکے استدلال اور منطقی دلائل ہیں. اور اس

پیروزی کا نقطہ مقابل وہ لوگ ہیں جو دین کو خرافات کے ساتھ بیان کرتے ہیں. اور یہ بہت بڑی دشمنی ہے دین اسلام سے کہ خرافات کو اسلام کے نام پر، دین کے نام پر پیش کیا جائے. ایسی باتیں کہ جب کسی کے سامنے بیان کی جائیں تو وہ کہے کہ اگر دین اسلام یہ ہے تو ہم ایسے دین کو نہیں چاہتے". (تقریر، حرم امام رضا علیہ السلام ۰۱/۰۱/۱۳۷۶)

آج کے دور میں اسکی مثال قمہ زنی ہے جسسے دشمن نے خوب فائدہ اٹھایا کبھی اسلام کو اسکے زریعہ معرفی کرکے اور کبھی افراد قوم میں اسکے چلتے تفرقہ ڈال کے.

تیسری قسم:

کسی انسان یا شئ کو منحوس ماننا

لوگوں کے درمیان کسی شخص یا کسی چیز کو نحس قرار دے کر اسسے اجتناب اور دوری اختیار کرنا. گرچہ ایسے خرافات کی جڑ بھی قرآن کی زبان میں مشرکین ہی ہیں. مشرکین کا عقیدہ تھا کہ پیغمبروں اور مومنین کو بدشگون کہتے تھے اوران لوگوں کو ناگوار حادثات کا سبب قرار دیتے تھے جسے عرب تطیر کہتے تھے. قرآن کریم نے سورہ یس/۱۸ _ ۱۹؛ اعراف/۱۳۱؛ نمل/۴۷ میں انکے اقوال کو نقل کیا. یہ خرافی عقیدہ مسلم معاشرے میں الگ الگ صورتوں میں دیکھے جاسکتے ہیں.

قرآن کا جواب:

اسلام بدشگون اور منحوس ماننے کو شدت سے منع کرتا ہے. اور اسے شرک کے مساوی قرار دیتا ہے. (طباطبائی)

برے حادثوں کا پیش آنا، برکات طبیعی میں کمی کسی فرد خاص سے نہیں بلکہ خود قوم کے اعمال ناپسند کا نتیجہ ہوتے ہیں اس کے ذمہ دار نہ مومنین ہیں اور نہ کوئی خاص گروہ.

جو بھی واقعات رونما ہوتے ہیں سبھی دراصل خداوند عالم کی طرف سے ہیں. علامہ جوادی آملی فرماتے ہیں برے اور اچھے حوادث دونوں ہی کو خدا نے اپنی طرف نسبت دی دونوں خداوند کی طرف سے ہیں لیکن "حسنہ" من اللہ بھی ہیں اور "من عنداللہ" بھی مگر "سیئۃ" "من اللہ" نہیں ہیں جیسے نسیم، یہ ٹھنڈی اور ملائم ہوا خدا کی طرف سے ہے اور خوشگوار ہے مگر اگر باغ کی طرف سے آتی ہے تو پھولوں کی خوشبو کے ساتھ اور اگر ہم نے کوڑے جمع کیے ہیں تو اسکی بدبو کے ساتھ. تو ریشہ سئیات "من نفسک" ہے (جوادی آملی، تفسیر

تسنیم)

انسان کے لئے سختی یا آسانی کا فراہم ہونا خود اسکے گذشتہ اعمال کا نتیجہ ہے اور یا خدا کی طرف سے امتحان. کسی کی روزی آسانی سے میسر ہے اور کسی کو بہت سختی کے بعد بھی کامیابی نہیں ملتی. اسمیں سختی پر فال بد لینا اور نئی بہو یا پیدا ہوئے بچے کو اس سختی کے لئے متہم کرنا خلاف ایمان ہے. (سورہ اعراف/۱۳۱؛ سورہ نمل/۴۷)

اگر کوئی ناآگاہی کے سبب ایسا کرتا ہے تو اسکا کفارہ خدا پر توکل اور بھروسا کرنا ہے. کفارۃ الطیر التوکل (بحار الانوار، ۳۲۲/۵۵)

تو معلوم ہوا کہ کسی اتفاق یا واقعہ کو فال بد قرار دینا خرافات میں سے ہے. اس عقیدے کے تحت جو رسم و رواج ہمارے معاشرے میں رائج ہیں جیسے کالا تاگہ باندھنا. کسی فرد کے وجود کو برا سمجھنا بلی کے راستہ کاٹنے اور کام کے شروع ہوتے وقت چھیں لک آنے پر اسے روک دینا سب اسلامی نقطہ نظر سے خرافات میں سے ہے.

یہاں پہچان اور شناخت کی ضرورت ہے کہ کس چیز کو اسلام نے باطل قرار دیا اور کس کام کی اجازت دی. اور کن حدود کے ساتھ اجازت دی. امیر المومنین فرماتے ہیں: الْعَیْنُ حَقٌّ، وَالرُّقَی حَقٌّ، وَالسِّحْرُ حَقٌّ، وَالْفَأْلُ حَقٌّ؛ وَالطِّیَرَۃُ لَیْسَتْ بِحَقٍّ، وَالْعَدْوَی لَیْسَتْ بِحَقٍّ (نہج البلاغہ حکمت ۴۰۰)

چشم بد، افسوں، جادو، فال نیک واقعیت ہے البتہ فال بد اور ایک کی مشکل دوسرے کو لگ جانا غلط ہے. البتہ ان کو حق کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ قدرت خدا پر یہ باتیں حاوی ہوسکتی ہیں. یا صدقے اور دعا سے درمان نہیں ہوسکتی.

اسلام جو آئڈیولوجی دیتا ہے وہ یہ کہ انسان خدا کو قادر اور مالک جانے یہاں تک کے طبیعی حوادث جیسے زلزلے اور سیلاب جنکے اسباب کو آج کے علم نے روشن کردیا ہے. اسی طرح بیماری اور کوئی اور سخت واقعہ کا پیش آجانے کو کسی شخص یا کسی فرد کی طرف منسوب کرکے اسے بدشگون ماننا یا اسکے قدموں کو برا ماننا سراسر جہالت یا کج فھمی ہے. طبیعی حوادث جیسے سورج گہن، چاند گہن، زلزلے کے بعد نماز آیات کا واجب ہونا اسی سبب ہے کہ انسان کا دل ایک خالق اور ایک تدبیر کرنے والے کی طرف متوجہ ہو نہ خرافات اور نامعقول رسم و رواج کا سہارا لے. کتنے لوگ ملبے میں دب جانے کے باوجود بچ جاتے ہیں اور کتنے صحیح اور محفوظ جگہ ہونے کے باوجود بھی گرفتار ہوتے ہیں.. کوئی اسی وقت اتفاقا اس جگہ کو ترک کرتا ہے اور کوئی دور دراز شہر سے اسی خاص دن کے لئے وہاں آتا ہے اور نقصان اٹھاتا ہے.

آیت اللہ خامنئ سورہ اعراف کی آیت ۹۴ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اور ہم نے جس بستی میں بھی نبی بھیجا وہاں کے رہنے والوں کو تنگی اور سختی میں مبتلا کیا کہ شاید وہ تضرع کریں: وما ارسلنا فی قریۃ من نبیّ الّا اخذ نا اہلھا بالباساء والضّرّاء)

"ایسے حوادث طبیعی زندگی کا لازمہ ہیں. دراصل ایسے واقعات کو دیکھکر یا سن کر انسان کو خدا کی طرف متوجہ ہونا چاہۓ. یہ حوادث انسان کو خدا سے قریب کرتے ہیں، خدا کو پہچنواتے ہیں اسکے حضور میں تضرع اور زاری کی دعوت دیتے ہیں. دلوں کو خدا کی یاد سے مملو کرتے ہیں (سخنرانی در دیدار با خانوادہ ہای شہدای ہفتم تیر ومکہ ی مکرمہ/ ۱۳۶۹/۰۴/۰۶)

روایات کے مطابق اگر فال بد لینا کوئ اثر رکھتا ہے تو وہ فرد کی سوچ پر ہے. صرف سائکولوجیکل تاثیر رکھتا ہے. جیسا کہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: فال بد نکالنا یا کسی شیئ یا شخص کو منحوس قرار دینا ایک نسبی چیز ہے جو خود فرد جیسا سوچتا ہے ویسا اثر کرتی ہے. اگر آسان لیا جائے تو اسان، اگر سخت لیا جائے تو سخت اور اگر توجہ نہ کی جائے تو کوئ اثر نہیں رکھتی. (الطیرۃ علی ما تجعلها، إن هونتها تهونت، وإن شددتها تشددت، وإن لم تجعلها شیئا لم تکن شیئا (روضہ کافی، ۱۹۷)

اسی طرح آج بہت سے مسلمان معاشروں میں بعض اشخاص کو منحوس قرار دے دیا جاتا ہے. ایک بیوہ عورت کو لڑکی کے نکاح کے وقت قریب نہ آنے دینا، ایک لاولد خاتون کو بعض مراسم سے دور رکھنا کس بنا پر ہے؟ کیا ان رسموں اور خرافی عقیدوں کے پیچھے یہ سوچ کارفرما نہیں کہ ان اشخاص کا برا اثر دوسروں پر پڑے گا اور اگر ایسا ہی ہے تو پھر خدا کہاں ہے؟ کیا یہ شخص یہ مانتا ہے کہ خدا کی حکمت سے امور انجام پائینگے، اسکی قدرت زیادہ ہے یا اسکی تاثیر؟

کسی مکان یا زمان کو منحوس سمجھنا

ایک اور رائج خرافی فکر جو معاشرے میں موجود ہے وہ کسی تاریخ یا کسی دن کو اور کسی خاص جگہ کو منحوس ماننا ہے. یہ نذول قرآن کے زمانے میں بھی تھا اور آج بھی شرق و غرب میں الگ الگ صورتوں میں نظر آجاتی ہے. جسکا کوئ شرعی و عقلی جواز نہیں. سورہ اعراف میں اس بستی کا ذکر ہے جہاں دن کی تاثیر نظر آرہی ہے کہ سنیچر کے دن دن مچھلیاں زیادہ ہیں اور دوسرے دنوں میں نہیں! تو قرآن نے بتایا کہ اسکا سبب دن کی خوبی یا خرابی نہیں بلکہ یہ انکے اعمال کا نتیجہ ہے قرآن نے اسطرح بیان کیا: جب یہ لوگ ہفتہ کے دن خلاف ورزی

کرتے تھے اور مچھلیاں ہفتہ کے دن ان کے سامنے سطح آب پر ابھر آتی تھیں اور ہفتہ کے علاوہ باقی دنوں میں نہیں آتی تھیں، اس طرح ان کی نافرمانی کی وجہ سے ہم انہیں آزماتے تھے (سورہ اعراف/۱۶۳: کَذٰلِکَ نَبۡلُوہُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَفۡسُقُوۡنَ) یعنی یہ ان لوگوں کے لیۓ آزمائش کا زریعہ تھی نہ کسی دن کی برکت یا نحوست.

البتہ یہاں یہ سوال کسی کے ذہن میں آسکتا ہے کہ خود قرآن نے اس دن کو جس دن قوم عاد پر عذاب آیا جسے روایت میں بدھ کا دن بتایا گیا، نحس کہا (سورہ فصلت/۱۶؛ سورہ قمر/۱۹)

اسکے علاوہ نقل میں دوشنبہ کو نحس کہا گیا کہ اس دن رسول اکرم کی رحلت ہوئ اور یہ وحی کے منقطع ہونے کا دن تھا.

دنوں کے نحس ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں علما نے بہت کچھ لکھا ہے مگر اس پر اکابر علما کا اتفاق ہے کہ دن ذاتا سعد یا نحس نہیں ہوتے. علامہ طباطبائ نے بہت تصیل سے اس پر گفتگو کی جسکے لیۓ مستقل تحقیق درکار ہے (ر. ک. تفسیر المیزان ۱۹/۷۰)

علامہ نقوی کی نظر میں اگر کسی خاص دن کوئ برا حادثہ انسان کو پیش اجاۓ تو اسکی ذمہ داری دنوں پر ڈالنا غلط ہے. بہت سی روایتیں ہیں جو ایم کو دشمن سمجھنے کو منع کرتی ہیں. اور کہتی ہیں کہ انسان کو اپنے اس دن کے اعمال کی طرف توجہ کرنی چاہۓ کیوں‌کہ اتفاقات انسان کی رفتار کا نتیجہ ہیں. (نقوی، تفسیر فصل الخطاب، ۱۳/ ص۵۰۹ _ ۵۱۰)

چوتھی قسم:

وہ رسم ورواج جو معاشرے کے لاینفک جز کی طرح موجود ہیں. جن کا نہ کوئ عقلی فائدہ نظر آتا ہے اور نہ شرعی. افراد نہ چاہتے ہوۓ انجام دیتے ہیں اور جب انسے وجہ پوچھۓ تو جواب ملتا ہے کہ یہ تو ہوتا چلا آرہا ہے.

اکثر وسیع الخیال ہونے کے دعویدار لوگ اپنی روشن خیالی کے مظاہرہ میں ان سے اظہار بیزاری کرتے ہیں مگر مقام عمل میں وہ بھی انکے پابند ہیں اور جب وجہ پوچھۓ تو کہینگے کہ عورتوں سے مجبور ہیں. درواقع یہ آج کی عورتیں وہی کل کی بچیاں ہیں جو اسی معاشرے کے دامن میں تربیت پر کر بڑی ہوئ ہیں اور انسان اپنے گھر والوں کی ذہنیت اور افکار کو بنانے والا ہے اور اسکے بارے میں وہ جوابدہ بھی ہے. (نقوی، ہمارے رسوم و قیود، ۲۳ _ ۲۵)

شادی بیاہ اور مختلف رسموں میں وقت کے ساتھ جو پیسہ کی بربادی ہوتی ہے. فلاں وقت کے لیۓ

مخصوص رنگ کا کپڑا ایک کام کے جزئیات تک کو اسی طرح انجام دینے کا اصرار، اہم کاموں کی طرف لوگوں کے ذہنوں کو جانے نہیں دیتیں. یہ لوگ جو اس قدر رسموں کی قید میں بندھے ہیں انکے پاس دین و دنیا کے مہم امور کے بارے میں سوچنے کا وقت ہی نہیں. اسلام نے سادگی اور سادہ زیستی پر اپنی بنیاد رکھی تھی جو بس پیامبر کی زندگی ہی کے ساتھ ختم ہو گئی. ایک معمولی شادی میں اگر دیکھا جائے تو جو پیسہ رسموں کی ادائگی میں بلا وجہ خرچ ہوتا ہے وہ ان ضروری اخراجات سے کہیں زیادہ ہے. قرآن نے ان لوگوں کو گمراہی میں آگے نکل جانے والا بتایا جو نیک اور خدائی کاموں میں رکاوٹ بنتے ہیں. سورہ ابراھیم آیت ۳ میں فرمایا: جو آخرت کے مقابلے میں دنیاوی زندگی سے محبت کرتے ہیں اور راہ خدا سے روکتے ہیں اور اس میں انحراف لانا چاہتے ہیں یہ لوگ گمراہی میں دور تک چلے گئے ہیں. (الَّذِينَ يَسْتَحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ)

ایسے رسم و رواج جو بے گانے تمدن اوراور غیر مسلمانوں کی طرز زندگی کی پیروی کے سبب ہمارے معاشرے میں جاری ہیں انکو ضروری ہے کہ ختم کیا جائے. نظر رہبر یہ ہے کہ ہر نظام اجتماعی کی پیروی اور اطاعت کرنا در واقع ,یر خدا کی بندگی اور عبادت کا مصداق ہے (خامنئ تفسیر آیہ ۲۲ سورہ بقرہ). رہبر معظم نظام اجتماعی کی مثال اس جال سے دیتے ہیں جسمیں مچھلیاں پکڑی جاتی ہیں. کبھی اس ایک جال میں ہزاروں مچھلیوں کو ایک ساتھ ایک خاص سمت میں کھینچا جاتا ہے جبکہ وہ مچھلی یہ سمجھ بھی نہیں پاتی کہ کوئی انکو لے جارہا ہے وہ جال اتنا بڑا ہوتا ہے کہ یہ اسارت کا احساس بھی نہیں کرتیں اور سمجھتی ہیں کہ ہم خود اس سمت میں جارہے ہیں. یہی خا فرماتا ہے: فلا تجعلو اللہ اندادا خدا کے لیے رقیب اور شریک قرار نہ دے. (خامنئ، جلسہ بیست ودوم تفسیر سورہ بقرہ)

اسی طرح غیروں کے رسم و رسومات کی پیروی، انسان کو انکے اغراض و مقاصد کی طرف لے جاتی ہے جو مادی ہے اور خدا و معنویت سے دوری کا سبب بنتا ہے.

در واقع اسلام ایک ایسے معاشرے کی تشکیل چاہتا ہے جس میں خرابی نہ ہو جہاں فساد نہ ہو نہ ہو اسکے لیے پیامبر ﷺ نے پہلے افراد کو تیار کیا. جب ایک جماعت تیار ہو گئی تو دوسرا قدم انبیا کا یہ تھا کہ ایک مناسب ماحول بنایا جائے جسکے رہنے والے بے اساس رسموں اور پابندیوں سے آذاد ہوں. فرماتے ہیں نبیوں کو خدا نے بینات "روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا (خامنی سید علی، طرح کلی اندیشہ اسلامی ۳۰۵ _ ۳۰۷)

خرافات کے سامنے رد عمل

راہ حل: خرافات سے مقابلہ علما کی ذمہ داری ہے

کوئی مبلغ دین یہ نہ سمجھے کہ ان رسم و رسومات کی اصلاح کرنا ہمارا کام نہیں. ہر درد مند دین کی ذمہ داری ہے کہ وہ چیز جو دین کے مزاح بننے کا سبب بنتی ہے، جو احکام اور عقائد دینی کے خلاف ہیں انکا دفاع، دین کے دفاع کی طرح لازم اور ضروری ہے. آیہ قرآنی الّذین یبلّغون رسالات اللّٰہ ویخشونہ ولایخشون احداالّا اللّٰہ وکفی باللّٰہ حسیباً ایک ایسی ہی رسم کی رد میں نازل ہوئی جو سماج میں جاری تھی مگر فقہ اسلامی کے خلاف نہیں تھی.

اسی طرح جیسے آج ہمارے سماج میں بعض جگہ خلیرے پھپھیرے بھائی بہن سے پردے کا رواج نہیں یا دیور اور جیٹھ کو بھائی مانتے ہوئے انکے سامنے آنا.

اسلام صلہ رحمی اور خاندان کے درمیان محکم رشتے قائم کرنے کا طرفدار ہے. بھائیوں کے درمیان حسن سلوک کے لئے احادیث موجود ہیں. اسکے بہت سے حلال و حرام اس بنا پر ہیں کہ اسلام میں خانوادہ کو بہت اہمیت دی گئی ہے (بیانات بین پرستاران، ۱۳۷۳/۰۷/۲۰) تو جو قانون اسنے لاگو کئے وہ اسی خانوادے کے استحکام ہی کی خاطر ہیں. اسکو رواج اور رسم کی بنا پر بدلنے کی اجازت نہیں. یہ خلاف نظریات اسلامی ہوگا. اسلام میں شوہر کے والد اور دادا کو محرم قرار دیا گیا اور دیگر رشتہ داروں کو نا محرم یہ ہماری سمجھ میں آئے چاہے نہ آئے اسکا ماننا لازم ہے. عربوں میں منہ بولے بیٹے کی بیوی کے لئے جو رواج تھا اسلام نے اسکو قبول نہیں کیا اور پیغمبر اسلام کو حکم ہوا کہ جناب زید کی بیوی کو اپنے عقد میں لے لیں.

امام خامنئ علما کی ذمہداری ویسی ہی ہے جیسے ایک ملک کے بارڈر پر موجود فوجی کی. وہ بھی اس دین کے حدود کے لئے پہرے دار ہیں اور انکو چوکنا رہنے کی ضرورت ہے کہ کہیں دین میں خراف داخل نہ ہو جائیں. ۱۳۷۳/۰۳/۱۷ دیدار روحانیون وفضلا وطلاب کہگیلویہ وبویراحمد با رہبر انقلاب)

آیت اللہ خامنئ کے نزدیک اسلام نے خرافات اور رسم و رواج سے مقابلے کا کیا طریقہ اپنایا؟

ہر سماج اور ہر ثقافت میں کچھ آداب و رسوم رائج ہوتے ہیں. ضروری نہیں کہ یہ سب ہی غلط ہوں. بہت سی رسمیں مناسب ہوتی ہیں اور بہت سی مہمل؛ بعض میں تھوڑی بات صحیح ہوتی ہے اور تھوڑی غلط. غلط رسمیں بھی سب ایک طرح کی نہیں بلکہ بعض بہت غلط ہیں بعض غلط اندر علو (کہ جو شریعت کے مخالف ہیں).

اگر کوئی یہ تصور رکھتا ہے کہ اسلامی کلچر نافذ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام آداب و رسومات کو سرے

سے ختم کر دیا جائے تو وہ غلط سوچتا ہے بلکہ جنھوں نے اس طرح سے اصلاح کرنی چاہی انہوں نے اپنے طرز عمل کے برے نتائج کو بھی دیکھا۔

بعض وقت ایک سنت اور کلچر اس سوسائٹی کی شناخت کا باعث ہوتی ہے اسے حزف کرنے کے نقصانات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ (جیسے بر صغیر میں والدین کو اپنے بچوں کے ساتھ رہنا. ممکن ہے یہ رسم بعض لوگوں کے لیئے سختیوں کے همراہ ہو مگر جہاں یہ رواج نہیں وہاں بہت دیکھا جاتا ہے کہ ضعیف ماں باپ کا پرسان حال کوئی نہ ہو اور وہ اس عمر میں مشقتوں میں گھرے ہوں یا اولڈ ہاؤس میں رہنے پر مجبور ہوں. آیت اللہ خامنئ کے نزدیک اگر اچھی سنتوں اور رسموں کو احیاء نہ کیا جائے تو وہ اس سماج میں ایسی بربادی اور خرابی پھیلنے کا باعث ہوسکتی ہیں جس کا اندازہ آج نہیں کیا جا سکتا۔

اسکے لیئے لازم ہے کہ رسموں اور سنتوں کو تجزیہ کیا جائے اور دیکھا جائے کہ کون سی رسم صحیح ہے اور کون غلط؟ ممکن ہے ایک سنت اچھی ہو مگر اسکا محتوا یا انجام دینے کا طریقہ غلط ہو یا تاثیر غلط ہو اسکو ضروری ہے کہ اصلاح کے ساتھ جاری رکھا جائے. لیکن اگر قابل اصلاح نہیں ہے تو اسکو ختم کرنا ہی راہ حل ہے.
(خامنئ تفسیر سورہ مجادلہ، ص۲۸)

اصلاح کی صورت اس طرح کہ مثلا اپنے یہاں علم برآمد کرتے وقت لوگ بڑھ بڑھ کے اسکا بوسہ لیتے ہیں اگر اس کام کو صرف تقدس کی نظر سے دیکھیں تو بعض لوگوں کے لیئے بے معنی ہوتا ہے لیکن اگر اسکے پیچھے ایک معنوی انگیزہ دیا جائے اور اسکو اس طرح کہا جائے کہ یہ ہاتھ بڑھانا نمونہ ہے دست امام پر بیعت کرنے کا تو یہ رسم جو لوگوں کے دل وجان میں بسی ہے باقی بھی رہے گی اور اس کو ایک ایسا مقصد ملے گا جس کی تاثیر لوگوں کے افکار پر بھی لازم ہے. تمام رسموں کو سرے سے ختم کرنا ایک کلچر کے لیئے نقصاندہ ہے ایسی رسمیں جنکی اصلاح ممکن ہے، انکی اصلاح ضروری ہے.

دوسرا ردعمل انفعالی برخورد کرنا ہے. یہ کن رسموں کے لیئے ہے جنکے لیئے خود رہبر جو مثال دیتے ہیں وہ اس طرح کہ ھندوستان کے سفر کے دوران[1] جو انہوں نے دیکھا کہ اس وقت ۳۵ سال حکومت برطانیہ کو ہو چکے تھے مگر اسکے باوجود انکی حکومت کی یادگاروں کا باقی ہونا، انکی رائج کردہ رسموں کا لوگوں کے درمیان جاری ہونا در اصل اس دوران کو رسمیت دینا اور صحیح سمجھنا ہے اب انکے جاری کردہ رسم و رسوم ختم ہونے

ا. (سال ۱۹۸۱ میں جس وقت آیت اللہ خامنئ اسلامی جمہوری ایران کے صدر تھے اسوقت ہندوستان تشریف لائے تھے)

چاہئے۔ خلاصہ یہ کہ وہ رسمیں جو ہماری شناخت اور ہماری ارزشوں کے خلاف ہیں انکے سامنے عکس العمل دکھانا ضروری ہے ورنہ وہ ہمارے دین کو کھوکھلا کردینگی ہمارے معاشرے پر غیر کا فرہنگ حاوی ہونے در اصل ہماری سوچ اور ہمارے راستے پر ان چیزوں کا حاوی ہونا ہے

تیسرا ردعمل یہ ہے کہ انسان معاشرے میں رائج رسموں کا مقابلہ، منطقی طریقے سے کرے۔ نہ ہر رسم کو اجازت دے کہ ہوتی رہے اور نہ ہر رسم کو ختم کردے جو کمونیسٹ حکومتوں نے کیا اگر جاری رکھے تو اور اگر حذف کرے تو، دونوں حالت میں عقل و منطق کے سائے میں قدم اٹھائے۔

یہ ایک معاشرے کے جہالت کے سبب ہے کہ وہاں ایسے رسم و رواج رائج ہوں جنکے پیچھے عقل و خرد کی روشنی نہ ہو۔ جہاں ایسے رسم و رواج پر عمل ہوتا ہو جنکے پیچھے منطق اور عقل کارفرما نہیں وہ دور جاہلیت ہی ہے البتہ جاہلیت "موڈرن"! مگر اسلام اپنے تمام احکام اور تمام عقائد کو عقل کے سائے میں جاری کرتا ہے۔

توکسی رسم کو ختم کرتے وقت بھی ہمارے پاس منطقی دلیل اور شرعی استدلال ہونا چاہئے۔

عربوں میں ایک رسم رائج تھی کہ اگر شوہر بیوی سے یہ کہہ دے کہ "تم میری ماں کی طرح ہو" اسوقت ان دونوں کا نکاح ختم مانا جاتا تھا گویا ان میں طلاق اور جدائی ہوگئی۔ اسلام نے اس رسم کو جاری رہنے کے قابل نہیں سمجھا۔ طلاق اسلامی شریعت میں بھی ہے مگر اسکے خاص شرائط مقرر ہوئے۔ نہ اسطرح کے جو چاہے جب چاہے بغیر سوچے سمجھے قدم اٹھالے جو بعد میں خاندانوں کی بربادی اور پچھتاوے کا سبب بنے۔ رہبر لکھتے ہیں جب قرآن نے اس رائج رسم کو برا کہا تو ایک منطقی بات کہہ کہ اس کام کو منع کیا کہ ماں کہہ دینے سے تو کوئی ماں نہیں بن جاتا۔ "ان کی مائیں تو وہی ہیں جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے" (سورہ مجادلہ، آیہ ۲: إِنْ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا اللَّائِي وَلَدْنَهُمْ وَ إِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَراً مِنَ الْقَوْلِ وَ زُوراً وَ إِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ) یہ ایک ایسی منطقی دلیل تھی جو ہر بڑے چھوٹے کے لئے قابل فہم ہے۔ ایک حقیقت جسکا انکار نہیں کیا جا سکتا اور دین اسلام فطرت اور عقل کے خلاف احکام نہ جاری کرتا ہے نہ ایسی باتوں کو قبول کرسکتا ہے۔ اور یہی شیوہ عمل اور معیار ان تمام آداب و رسوم کے لئے ہے جو اسلام کے پہلے سے ہماری قوم کے درمیان رائج ہیں۔

ایک غلط عقیدہ جو اسلام سے پہلے کی دور جاہلیت میں لوگوں کی زبانوں پر تھا وہ یہ کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ قرآن کریم نے اس فکر کے مقابلے میں بھی عقل کو آگے کیا اور چند سوالوں سے اسکا جواب دیا

کیا تمہارے پاس اسکا علم ہے؟ کیا تم خود اسکے شاہد اور گواہ ہو؟ کیا خداوند عالم کی طرف سے کوئی نوشتہ

ہے جو تمہارے پاس آیا ہے؟

اسی منطقی گفتگو کو قرآن نے اسلوب اور نمونہ کے طور پر پیش کیا.

دین اسلام نے لوگوں کو محدودیت سے نکالا

اسلام سے پہلے لوگوں کی فکر محدود تھی. پیامبر اسلام اور اسی طرح ہر پیامبر جو مبعوث ہوا اسنے اپنے معاشرے میں ایک انقلاب کی بنا رکھی. وہ انقلاب نہیں جس سے حکومتوں کے تختے پلٹے جاتے ہیں بلکہ ایسا انقلاب جو فکروں کو بدلے جو لوگوں کے سوچنے کے طریقے میں تبدیلی لائے جسکے نتیجے میں ارزشیں بدل جائیں عمل میں تبدیلی آجائے. جس کی تاثیر انسان کی تمام زندگی میں نظر آئے. یہ ہے پیغمبروں کا انقلاب! ایک دین کے زریعہ آنے والا انقلاب. جو لوگوں کے ذہنوں کو بدلے اور موجودہ طرز تفکر کو منقلب کردے.

جو دنیا کو سب کچھ جانتا ہے وہ کیا اپنے آپ کو دنیا میں محدود نہیں کرئے؟ چاہے وہ چاند سورج پر کمندیں ڈال لے، دور دراز کے سیاروں تک پہنچ جائے مگر بالآخر محدود ہے. دین حق انسان کو خدا کے لئے زندگی سکھاتا ہے.

پھر بعض تو دنیا کو صرف مٹھی بھر انسان سمجھتے ہیں. امام خامنئ لکھتے ہیں جو دنیا کو اپنے قبیلے والوں تک محدود سمجھتا ہو چاہے وہ قبیلہ ۵ _ ۱۰ہزار افراد پر مشتمل ہو یا ۵ _ ۱۰ لاکھ پر فرق نہیں ہے اسمیں کہ وہ اپنی نگاہ کو اس تعداد میں محدود کئے ہوئے ہے.

مادی پرست در حقیقت تنگ نظر ہے. اور خداپرست اسکی طرح محدود نگاہ نہیں رکھتا. وہ سوسائٹی جسکی تمام ہم و غم، آرزوئیں اور امیدیں، درد و درمان، عشق وعلاقہ خود اس کی ذات تک محدود ہے یا اسکے جیسے انسانوں اور خود اسکے بنائے ہوئے بتوں میں (کہ جو کبھی مٹی اور لکڑی کے ہیں اور کبھی شخصی دلچسپی اور مادی محبت سے بنے ہیں)، میں محدود ہو وہ جب ایمان لاتا ہے تو ایک دفعہ اپنے آپ کو ایسی فضا میں پاتا ہے جو کیسی بھی حدود میں نہیں سماتی. وہ جب اس لامحدود پر ایمان لاتا ہے تو اصلا یہ جیزیں اسکی نظر میں اہمیت نہیں رکھتیں. دین توحیدی پر ایمان لانے والے کو اسکے ایمان لانے کا پہلا تحفہ جو ملتا ہے وہ یہی وسعت نظر ہے! کتنا فرق ہے ان دو نظریات میں؟ جتنا قطرے اور دریا کے درمیان ہوتا ہے. یہ عقیدہ کی وسعت، انسان کے زاویہ نگاہ کو بدل دیتی ہے. ایک تنگ نظر انسان سے بدل کر ایک وسیع فکر رکھنے والے انسان میں. (آیت اللہ خامنئ، تفسیر سورہ مجادلہ، ص۴۴ _ ۴۵)

انسان کے ذہن میں انقلاب اور اسکی وسعت کا اثر اسکے طرز فکر پر بھی پڑتا ہے؟ اور اس کے عمل پر بھی! تنگ نظر انسان اپنے بارے میں سوچتا تھا میں! میرا قبیلہ میرے لوگ!..... مگر با ایمان شخص اپنے کو خدا کا بندہ جانتا ہے تو اسکے تحت اپنے کو تمام ہستی سے وابستہ جانتا ہے.

جیسے ایک لڑکا جو ازدواجی زندگی میں منسلک نہیں. وہ اپنے کو آزاد جانتا ہے، کام میں اگر کہیں دیر ہو گئ دوستوں کے ساتھ ہی کھانا کھالے گا مگر جب اپنے کو کسی سے منسلک جانتا ہے تو اسکا طرز تفکر اور عمل دونوں میں تبدیلی آجاتی ہے. وہ پہلے جو چاہتا تھا خریدتا تھا، کھاتا تھا، پہنتا تھا مگر شادی کے بعد جس سے منسلک ہے اسکی پسند اور ضرورت کو بھی مد نظر رکھتا ہے. اسی طرح دین حق سے وابستہ انسان ہے.

حرف آخر

آج جب دین اسلام پوری دنیا میں پھیل چکا ہے اور رہبر محترم غرب کے جوانوں کو حقیقی اسلام کو پہچاننے کی دعوت دے رہے ہیں تو ان دورہ ارتباطات میں اگر بعض گروہ یا بعض لوگ رسم ورسومات اور یہاں تک کہ خرافات میں پڑے رہ جائیں تو یہ صرف اپنا فردی نقصان نہیں بلکہ اس سے ہماری قوم اور ملت کا نقصان ہے. کیوں کہ ایسے نکتوں اور واقعات کو دشمن کا میڈیا سرخیوں میں دکھانا پسند کرتا ہے

"دین حد اقلی" پر اکتفا کرلینا اسلام کے نقطہ نظر سے قابل قبول نہیں. قرآن کریم نے ان لوگوں کی سرزنش کی جو تھوڑے دین کو قبول کرتے ہیں اور باقی کو چھوڑ دیتے ہیں

سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا: (یہ) کیا (بات ہے کہ) تم کتاب (خدا) کے بعض احکام کو تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کئے دیتے ہو، تو جو تم میں سے ایسی حرکت کریں، ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں تو رسوائی ہو اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں اور جو کام تم کرتے ہو، خدا ان سے غافل نہیں: اَفَتُؤمِنُونَ بِبَعضِ الکِتَابِ وَتَکفُرُونَ بِبَعضٍ فَمَا جَزَاءُ مَن یَفعَلُ ذٰلِکَ مِنکُم اِلَّا خِزیٌ فِی الحَیَاۃِ الدُّنیَا وَیَومَ القِیَامَۃِ یُرَدُّونَ اِلٰی اَشَدِّ العَذَابِ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعمَلُونَ (سورہ بقرہ/۸۵)

امام خامنئ نے شہر سمنان کے علما سے ملاقات کے درمیان فرمایا (۱۷/۰۸/۱۳۸۵):

تبلیغ دین کا ایک مہم حصہ ان خرافات سے مقابلہ کرنا ہے جو دین کے چہرے کو خراب کرتے ہیں. بعض عناصر کی طرف سے ہر دن ایک نئ رسم ایک نئ خرافات لوگوں کے درمیان پھیلائ جاتی ہے. یہ ایک بہت مہم کام ہے جسمیں باریک نظری اور توجہ کی ضرورت ہے. بعض لوگ خرافات کے بہانے حقائق دین کا بھی انکار

کرتے نظر آتے ہیں. یہاں دو نکتوں کی طرف توجہ رکھنے کی ضرورت ہے. وہ چیز:

جو قرآن اور سنت معتبر سے ثابت ہو چکی ہے وہ دین ہے چاہے کسی کی عقل اسے پسند کرے یا قبول نہ کرے (آج کے ماحول میں) ایسی فکر کی مخالفت لازم ہے.

جو معتبر دلیل سے ثابت نہیں ہے مگر دین اسلام کے مبانی اور اصول کے خلاف بھی نہیں اسکے سامنے خاموشی اختیار کرے.

جو چیز اصول اور تفکر اسلام کے خلاف بھی ہے اور اسکے ل ئے کوئ مدرک ہمارے ہاتھ میں نہیں اس کو رد کرنا لازم ہے.

اچھی سنتوں کی تشویق اور ترویج کرنی چاہیئے، وہ سنتیں جو عقل کے خلاف نہیں اور سماج میں اچھائیاں پھیلاتی ہیں

اسلام اور دین سے منسوب سنتوں کا رخ اور تمام تمرکز اور توجہ اس سنت کی محتوا پر رکھنی چاہیئے، ورنہ ظاہری قالب میں اتنا گرفتار ہو جائینگے کہ اصل محتوا ختم ہو جائے گا

ہمیشہ جہاں بہی سنت سے سروکار ہو، سماج کو تعقل اور غور و فکر کرنے کی طرف بڑہانا ہے، کیونکہ اسی تعقل کے ذریعے، اچھے کام اور عادتیں سنت کی شکل اختیار کرینگے اور بری رسم ختم ہو سکتی ہے، جیسا کہ قرآن مجید نے بھی غلط رسموں کے سامنے عقلی دلیلیں پیش کی ہے.

قرآن نے دین کو معرفی کیا تو واصب، قیم، حنیف اور فطرت انسانی کے مطابق تاکہ معیار تشخیص ہر دور کے انسان کے ہاتھ میں رہے. جیسا دین ہو گا ویسے ہی اسکی آئڈیولوجی اور احکام ہونگے. ایسا دین ہرگز خرافی عقائد اور غیر منطقی رسوم و قیود کو اپنے اندر جگہ نہیں دے سکتا.

اسکے علاوہ قرآن نے دین کو صرف محکم اور استوار معفی نہیں کیا بلکہ حقیقی دیندار افراد کو امر کیا کہ اس دین کو "اقامہ" کریں جیسے کہ فرمایا: «فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفاً» یا دوسری جگہ فرمایا: «فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ» فطری اور مضبوط دین جو اسکو لینے والے پر کمی اور کیفی دونوں لحاظ سے تاثیر رکھے گا (حنیف یعنی فطری اور قیم یعنی ثابت اور پایدار) ایسے دین کا پابند جب اپنی زندگی میں دین کو اقامہ کرے گا تو اسمیں کجی اور انحراف کی گنجائش ہی کہاں ہو گی؟

ایسا دیندار ہمارے دور میں امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت تھی کہ جو پہلے اپنے اثر انقلاب لائے اور پھر

باعث بنے ایک ملت کے انقلاب لانے کے.

اور آخر میں ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ خدا نے پیغمبروں کو بھیجا تا کے لوگوں کو آزادی حاصل ہو انکے پاؤں کی زنجیروں کو کھولیں. سورہ اعراف میں نبی مرسل کی خصوصیات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: کہ وہ نیکیوں کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے اور پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتا ہے اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے اور ان پر سے احکام کے سنگین بوجھ اور قید و بند کو اٹھا دیتا ہے پس جو لوگ اس پر ایمان لائے اس کا احترام کیا اس کی امداد کی اور اس نور کا اتباع کیا جو اس کے ساتھ نازل ہوا ہے وہی در حقیقت فلاح یافتہ اور کامیاب ہیں... وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ... (سورہ بقرہ/۱۵۷)

پیامبر اکرم کی چند خصوصیات ہیں جو قرآن میں نقل ہوئ. ہر ایک زینگی کے ایک پہلو کو بیان کرتے ہیں. (۱۳۶۵/۰۹/ ۱۴نماز جمع تہران) "اصر" اس رسی کو کہتے ہیں جو خیمے کو زمین سے باندھتی ہے تا کہ ہوا سے اڑ نہ جائیں. اور زمین سے بندھا رہے پیامبر آئے اسی قید و بند سے انسان کو آزاد کرانے کے لئے. (بیانات در چہارمین نشست اندیشہ ہای راہبرد ۱۳۹۱/۸/۲۳)

اگر ہم دیکھتے ہیں کہ دین گرفتار کرتا ہے، مطلب یہ وہ دین نہیں ہو سکتا جو خدا نے ہمیں بہیجا ہے، مطلب ہمیں ایک نئ نظر سے اپنے دینداری اور دین کو سمجھنے کو پر کہنا ہو گا تا کہ معلوم ہو کونسی اہم بات کو ہم بھول رہے ہیں اور کس وجہ سے دین ہماری آزادی کا سبب نہیں بن پایا ہے، کیونکہ آزادی بشر کا راستہ خرافات اور جہل کے راستے سے بالکل الگ راستہ ہے.

«وآخر دعوانا اَنِ الحَمدُ لِلہِ رَبِّ العالَمینَ وصلّی اللہ علی محمّد وآلہ الطاہرین»

منابع

۱. قرآن کریم

۲. نہج البلاغہ

۳. ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار الفکر للطباعۃ والنشر، بیروت، ۱۴۱۴ق

۴. خامنئ سید علی، تفسیر سورہ مجادلہ، انتشارات انقلاب اسلامی، تھران، دوم، ۱۳۹۷ش

۵. ___، طرح کلی اندیشہ اسلامی در قرآن، انتشارات موسسہ ایمان جہادی، تہران، بیست و یکم، ۱۳۹۸ش

۶. راغب اصفہانی، مفردات اِلفاظ القرآن، حسین بن محمد، دار الشامیۃ، بیروت، اول، ۱۴۱۲ه.ق

۷. طباطبایی، محمد حسین، شیعہ در اسلام، موسسہ تحقیقات و نشر معارف اہل البیت علیہ السلام، ۱۳۹۶ش

۸. ___ تفسیر المیزان، مؤسسۃ الأعلمی للمطبوعات، لبنان _ بیروت، دوم، ۱۳۹۰ه.ق

۹. طریحی، فخر الدین بن محمد، مجمع البحرین، مرتضوی، تہران، سوم، ۱۳۷۵ه.ش

۱۰. قرائتی محسن، تفسیر نور: مرکز فرہنگی درسہایی از قرآن، اول، تہران، ۱۳۸۳ه. ش

۱۱. قرشی، سید علی اکبر، قاموس قرآن، دار الکتب الإسلامیۃ، تہران، ششم، ۱۳۷۱ه.ش

۱۲. کلینی، محمد بن یعقوب، الروضۃ من الکافی، انتشارات علمیہ اسلامیہ، تہران، اول، ۱۳۶۴ش

۱۳. مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، بحار الأنوار، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۳ق

۱۴. نظرپور رضا، عقل و تعقل در اندیشہ امام خمینی (ر) در تقابل با خرافہ و تحجر، ستاد بزرگداشت حضرت امام خمینی، دوم، ۱۳۹۱ش

۱۵. نقوی سید علی نقی، تفسیر فصل الخطاب، لاہور (پاکستان) اول، 2012م

۱۶. نقوی سید علی نقی، ہمارے رسوم و قیود، امامیہ مشن لکھنؤ ھند، اول، ۱۳۵۸ھ ق

۱۷. منبع الکترونیکی:

۱۸. جوادی آملی، عبداللہ، ۱۳۹۹، تفسیر تسنیم

۱۹. سایت:

۲۰. Khamenei.ir